رُودادِ ابتلاء : احمد رائف مصری

ترجمہ جناب خلیل الحامدی

(۷)

میں نے میجر ف - ع سے کہا کہ اس پر مجھے کوئی اعتراض یا جھجک نہیں ہے کہ کچھ نئی باتوں کا مجھ سے اقرار کروا لیا جائے اور میں اس اقرار نامے پر بھی دستخط کر دوں گا ، لیکن کیا سابقہ بیانات کافی نہیں ہیں ؟ میجر غیظ و غضب سے بھری ہوئی آواز میں بپھر کر بولا : "اے ابن الکلب ! کیا ہم بیانات میں ردّ و بدل کیا کرتے ہیں ؟ ہم اصل حقائق معلوم کرنا چاہتے ہیں" اس کے بعد میرے سامنے کوئی چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں اپنے آپ کو تعذیب و تشدّد کے سپرد کر دوں - اور میرے جسم کے مختلف حصوں میں جلتے ہوئے سگریٹ بجھائے جائیں - سگرٹوں کے داغ سے عرصہ دراز تک میرا چہرہ بگڑا رہا ——

مزید ستم یہ ہوا کہ ہمارے ایک اور دوست گرفتار کر لیے گئے - یہ صاحب بڑے ڈرپوک تھے ، اور معمولی سے معمولی چیز سے اُن کا دل دھڑکنے لگ جاتا تھا - مبیّنہ سازش کی کہانی تصنیف کرنے میں انہوں نے بھی مدد بہم پہنچائی - اور حقیقت بھی یہ ہے کہ صفائی پیش کرنے کا کوئی حاصل بھی نہ تھا - بلکہ ہم پر لازم تھا کہ ہم عذاب سے نجات پانے کے لیے دروغ گوئی میں زیادہ سے زیادہ مہارت اور پختگی دکھائیں - یعنی اتنا اقرار کافی نہیں ہے کہ فی الواقع ہم نے سازش میں حصّہ لیا ہے - بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ سازش کے تمام واقعات باہم مربوط و ہم آہنگ ہوں اور ایک کڑی دوسری کڑی سے بڑی عمدگی کے ساتھ ملتی جائے —— اس لاحاصل مقصد کی خاطر کئی انسان نذرانۂ جان پیش کر گئے -

اربابِ تفتیش کی زبان پر یہ فقرہ ہر نظر بند کے لیے جاری رہتا تھا کہ : "تیری موت آ چکی ہے - اس میں کوئی شبہ نہیں ہے - لیکن مرنے سے پہلے تجھے کچھ نہ کچھ بتانا ضرور ہو گا" - میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ ابن عامر

کی حفاظت کرنے والے تمام ادارے تمام قوم کو اس نگاہ سے دیکھتے تھے کہ یہ پوری قوم عبدالناصر کی حکومت کے خلاف سازش میں ملوث ہے۔ بس اس الزام کا ثبوت فراہم کرنے کی کسر ہے تاکہ شہریوں کو عدالت میں پیش کیا جا سکے۔ حکومت کو اس طرح کا تاثر دینا ان اداروں کے لیے اس لیے بھی ضروری تھا کہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ جن مناصب پر براجمان ہیں وہ ان کے انتہائی اہل ہیں۔ اگر ملکی حالات پر سکون اور مستحکم ہوتے اور عوام اپنی دھن میں مگن تہذیب و تمدن کے فروغ میں مصروف ہوتے تو جیسا کہ بعض مؤرخین کا خیال ہے، ایسے اداروں کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے جن کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔ ارکانِ سلطنت کی حفاظت کے لیے یہ بھاری بھرکم تنخواہیں کہاں سے دی جاتی ہیں؟ سول انٹیلی جنس، ملٹری انٹیلی جنس، ادارہ تفتیش عامہ، ادارہ تفتیش عسکری، خفیہ پولیس برائے صدر جمہوریہ انفرمیشن بیورو زیرِ نگرانی سامی شرف پرسنل سکرٹری عبدالناصر —— ان میں سے ہر ادارے کے ایک ایک دو دو مخبر ہر کوچے، ہر بستی، ہر شہر اور ہر سرکاری اور غیر سرکاری دفتر میں پائے جاتے تھے۔ الغرض تحفظ امنِ عامہ کے ان اداروں کے تحت جو مخبر کام کر رہے تھے ان کی تعداد شاید عام شہریوں سے بھی زیادہ ہو۔ یہ اس سیاہ دور کی بات ہے جو گزر گیا اور ان شاء اللہ اب وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔

ابوزعبل کی جیل میں مَیں سترہ دن رہا۔ ۲۸ اگست ۱۹۶۵ء کو میں اُس میں داخل ہوا تھا اور تیرہ ستمبر ۱۹۶۵ء کو میں وہاں سے نکلا۔ ان تمام ایام میں لحظہ بھر بھی مجھے آرام نصیب نہیں ہوا۔ "اوکھلی" میں رہنے کی وجہ سے مجھے وہاں عجیب و غریب چیزیں دیکھنے کا موقع ملا۔ مثلاً:

ایک شخص گرفتار کر لیا گیا۔ تفتیش کے دوران اس کی جیب میں سے گیارہ ناموں کی ایک فہرست برآمد ہوئی۔ چنانچہ قدرتی طور پر وہ گیارہ افراد بھی گرفتار کر لیے گئے۔ یہ گرفتار شدہ شخص ان کی گرفتاری سے بے خبر تھا —— اور یہ بھی میرے قریب ہی لوہے کی سلاخوں سے لٹکا ہوا تھا۔ انٹیلی جنس والوں نے جب یہ دیکھا کہ وہ گیارہ افراد طلبہ میں سے ہیں اور ان میں سے سب سے بڑے طالب علم کی عمر ۲۰ سال سے زیادہ نہیں ہے تو اُن کے شکوک و شبہات کو مزید تقویت پہنچی کہ ہو نہ ہو حکومت کا تختہ اُلٹنے کے لیے یہ "خام مواد" ضرور استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان تین طالب علموں کو تین روز تک بے تحاشہ مارا گیا۔ اور ان سے یہ منوایا جاتا رہا کہ وہ فی الواقع حکومت کے خلاف انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اس قدر

زد و کوب کیا گیا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئے اور آخر کار پولیس افسران مجبور ہوئے کہ اُن کے بارے میں اُس آدمی سے دریافت کیا جائے جس کی جیب سے ان کے ناموں کی فہرست برآمد ہوئی - مگر یہ کس قدر مضحکہ خیز بات تھی کہ بالآخر یہ تحقیق ہوا کہ اس شخص نے چند طلبہ کے نام اپنے طور پر منتخب کر کے اُن کی ایک فہرست تیار کر رکھی تھی کیونکہ وہ اپنی بستی کے کلب میں اُن کی ایک فٹ بال ٹیم تشکیل دینا چاہتا تھا -

ایسے لطائف بھی پیش آئے کہ خفیہ پولیس کے لوگ یہ انکشاف کرتے ہیں کہ ایک روز، ایک قہوہ خانے میں زید اور عمرو کے درمیان ایک مخصوص گفتگو ہوتی ہے - لہٰذا وہ اس "مخصوص بات" کی تحقیق کرنے کے لیے اُن تمام افراد کو گرفتار کر لیتے ہیں جو اس قہوہ خانے میں بالعموم آتے رہتے ہیں - اور تحقیق کا طریقہ وہی اختیار کیا جاتا ہے جس کا میں بار بار اُوپر ذکر کر چکا ہوں -

ایک اور انتہائی درد انگیز اور حیرت انگیز منظر دیکھنے میں آیا - یعنی ابوزعبل کی جیل میں میں نے دیکھا کہ بیٹا باپ کو تازیانوں سے مار رہا ہے - باپ بھی چیخ رہا ہے اور بیٹا بھی چیخ رہا ہے - اس منظر کو دیکھنے والے جتنے لوگ تھے اُن سب پر مراق سے ملتی جلتی اُسی طرح کی کیفیت طاری ہو گئی تھی جس کا ذکر دستوفسکی نے اپنے لٹریچر میں کیا ہے -

ابوزعبل کی ایک رات مجھے ہرگز فراموش نہ ہو گی - اُس رات پوری جیل نظربندوں سے بھر چکی تھی - پولیس والوں کی طرف سے حکم جاری ہوا کہ ہر شخص اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لے - تھوڑے سے عرصہ کے بعد دوبارہ یہی حکم جاری ہوا اور پھر اُسے ڈنڈوں کی ضرب سے نافذ کیا جانے لگا - (آپ کو تو یہ یاد ہو گا کہ جیل کی عمارت تین منزلہ تھی) - اور تمام بیرکوں کو حکم تھا کہ سب لوگ "ادکھلی" میں جمع ہو جائیں - اور مزید یہ کہ سب لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں اور ٹانگوں کے بل (جانوروں کی طرح) صحن میں اُتریں - اور منہ سے بکریوں کی آواز نکالیں - اُوپر سے نیچے اُترنے میں کوئی نظم تو تھا نہیں - چنانچہ سب لوگ اسی انداز میں اُترے - ہر آدمی مادر زاد برہنہ تھا - اور اُس کی آنکھوں پہ پٹی تھی ڈنڈوں کی ضربوں اور توہین و تذلیل کی فضا میں ننگے انسانوں کی رَو جیل کی سیڑھیوں پر مظلومی اور بے بسی کے ساتھ نیچے کی جانب بہہ رہی تھی -

"ادکھلی" کا پورا رقبہ نظربندوں سے اس قدر بھر گیا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی - ان سب افراد کو الگ الگ تازیانے مارنے کا حکم صادر ہوا - مگر اس کٹھن مہم کو سر کرنے کے لیے پولیس کے افراد ناکافی تھے

چنانچہ اس روز جیل کے پورے سٹاف سے مدد لی گئی جن میں سول ملازمین کے علاوہ اسپتال کا سٹاف بھی شامل تھا اور وہ لوگ بھی شریک تھے جو ابوزعبل جیل کے تنور میں کام کرتے تھے۔ چنانچہ لوگوں کو نہایت وحشیانہ طور پر تازیانے لگائے گئے اور کسی بوڑھے، مریض، زخمی اور بچے کو اس عذاب سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ ہم نے سنا کہ "قائد عوام" کی طرف سے یہ احکام صادر ہوئے ہیں کہ عوام کو تازیانے لگائے جائیں۔

اس روز دو ہزار سے زیادہ اشخاص کی پیٹھوں پر تازیانے برسے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی زبانوں پر ہر وقت اللہ کی تسبیح اور حمد جاری رہتی تھی۔ وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید۔ سب لوگوں کی آنکھیں بندھی ہوئی تھیں اور وہ تازیانوں کی ضربوں کی شدت سے وارفتگی کے عالم میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ جب رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا تو ہر شخص کی زبان پر آہ وزاری اور درد وکرب میں ڈوبی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ مگر کوئی مدد کو لپکنے والا نہ تھا۔ اس انسانیت سوز حادثہ کا عینی گواہ ہر وہ شخص ہے جو ستمبر ۱۹۶۵ء کے نصف اول میں ابوزعبل کی جیل میں رہا ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ابھی بقید حیات ہیں۔ میں اس پولیس افسر کو بھی فراموش نہیں کر سکتا جو نیا نیا بھرتی ہوا تھا اور تعذیب کے دل ہلا دینے والے مناظر دیکھ کر جیل کے ایک کونے میں بیٹھا رو رہا تھا۔

ابوزعبل میں چند میٹر کے فاصلے پر میرے قریب ایک مظلوم نظر بند رات بھر پینے کے لیے پانی مانگتا رہا مگر کسی نگران نے اسے ایک قطرۂ آب لا کر نہ دیا۔ جب صبح کی پہلی کرن پھوٹی تو اس شخص کی روح پرواز کر گئی اور وہ ابدی نیند سو گیا۔

انٹیلی جنس نے ابوزعبل کی جیل میں جن شہریوں کو اپنا "مہمان" ٹھہرا رکھا تھا۔ ان میں سے کوئی شخص ۳۱ اگست ۱۹۶۵ء کی بھیانک رات کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔ یہ وہ تاریخ تھی جب عبدالناصر نے ماسکو میں سوویٹ نوجوانوں کے کلب میں اخوان المسلمون کی سازش کا انکشاف کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ ۱۹۵۴ء میں تو اس نے اخوان کو معاف کر دیا تھا لیکن اس مرتبہ ان کے ساتھ قطعاً رحمدلانہ برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔ اس کی یہ دھمکی درست ثابت ہوئی۔ اس بیان کے بعد ابوزعبل کی جیل انسانیت کے ذبح خانہ میں تبدیل ہو گئی۔

ابوزعبل کی جیل میں مَیں نے اپنے چھوٹے بھائی کو بھی نازیبا نوں کی بوچھاڑ کا نشانہ بنتے دیکھا وہ اور کچھ اور میرے دوست مادر زاد برہنہ تھے ۔ اور ان کی بیٹھیں نازیبانوں کی زد میں تھیں۔

ابوزعبل میں اُس وقت میں مستقبل کے بارے میں ہر اُمید سے ہاتھ دھو بیٹھا جب ہمیں چالان بھیجنے والے افسر کے سپرد کیا گیا۔ جو پولیس افسر ہمیں وصول کر رہا تھا اُس نے وصول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ۔ اور تمام نظربندوں کو بڑی توجہ سے گننے لگا۔ مگر چالان افسر نے کہا: "فکر نہ کرو ، تعداد کی جو کمی واقع ہوگی میں اُسے پورا کر دوں گا"۔ گویا وہ انسانوں کو نہیں بلکہ بکریوں کے ایک ریوڑ کو دوسرے کے حوالے کر رہا تھا۔

ابوزعبل میں مجھے ڈاکٹر احمد الملط جو دل کے اپریشن کے ماہر استاذ ہیں نظر آئے ۔ انہیں پاؤں سے ٹھوکریں ماری گئیں ، اور پھر اُن پر ہر نوعیت کا آلۂ ضرب آزمایا گیا یہاں تک کہ وہ بیچارے گویائی سے محروم ہو گئے۔

میں نے سینکڑوں بے گناہ انسان ابوزعبل میں دیکھے جنہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ کس پاداش میں انہیں گرفتار کیا گیا ہے؟ بلکہ خود گرفتار کرنے والے بھی نہ جانتے تھے کہ وہ انہیں کیوں گرفتار کر لائے ہیں؟

(باقی)